AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

آداب القضاء تا بیان ما یحلہ القضاء وما لا یحلہ میں وارد اصول کے مصادر کی تخریج و تحقیق اور اطلاق و تطبیق

"A Critical Study of the Sources, Authentication, and Application of Judicial Principles from *Adab al-Qadha* to *Bayan ma Yahilluhu al-Qadha wa ma la Yahilluhu*"

KHALID KHAN
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies
Qurtuba University of Science and information Technology Peshawar
DR. MUQADDAS ULLAH
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and information Technology Peshawar

Abstract

The Islamic judicial system is not merely a legal framework but a moral, spiritual, and divinely inspired institution established upon the foundations of Wahy (revelation) and the Sunnah of the Prophet Muhammad ﷺ. Within the vast corpus of Islamic jurisprudence, the discussions extending from Adab al-Qadha (judicial ethics and conduct) to Bayan ma yahilluhu al-Qadha wa ma la yahilluhu (matters permissible and impermissible in judicial verdicts) encompass the ethical, procedural, and substantive dimensions of justice. These themes collectively define the intellectual and moral identity of the Islamic judiciary. This study aims to investigate the sources, authentication, and scholarly foundations of these judicial principles by tracing their derivation (takhreej) from the Qur'an, the Prophetic traditions, the sayings of the Companions, and the classical juristic discourse. Furthermore, it examines the practical application and implementation (tatbiq) of these principles throughout Islamic legal history, highlighting how various schools of Islamic law interpreted and enforced them in judicial practice. The findings reveal that the judiciary in Islam is not merely an instrument of legal authority but an entrusted moral responsibility designed to ensure the supremacy of justice, preservation of human dignity, and balance within society. By critically analyzing the foundational sources and their juristic applications, the research underscores that the ethical and procedural principles of Islamic adjudication continue to offer a comprehensive and timeless model of justice—one capable of guiding contemporary judicial systems towards greater moral and ethical integrity. This research is primarily based on classical sources of Islamic jurisprudence, including fiqh, usul al-fiqh, and judicial literature, employing a qualitative and analytical methodology to explore the intellectual depth, authenticity, and contemporary relevance of the Islamic judicial framework.

Keywords: Islamic Judiciary; *Adab al-Qadha*; Judicial Ethics; *Bayan ma yahilluhu al-Qadha wa ma la yahilluhu*; Sources of Islamic Law; *Takhreej al-Masadir*; *Tahqeeq al-Usul*; Judicial Principles; Application and Implementation (*Tatbiq*); Islamic Jurisprudence (*Fiqh al-Islami*); Moral Foundations of Justice; Shari'ah-Based Legal System; Comparative Judicial Studies; Authenticity and Adaptation in Islamic Law.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تعارف موضوع

اسلامی شریعت نے نظامِ عدل و قضاء کو نہ صرف انسانی معاشرت کے قیام و استحکام کا بنیادی ستون قرار دیا ہے بلکہ اس کے تمام اصول و ضوابط کو وحی الٰہی کی روشنی میں منضبط بھی کیا ہے۔ قضاء (عدالت و فیصلہ سازی) کا ادارہ دراصل اسلامی ریاست کے نظمِ عدل کا محور و مرکز ہے، جو کتاب و سنت کے اصولوں کے تحت انسانی تنازعات کے حل، حقوق کی حفاظت، ظلم کے ازالے اور انصاف کی فراہمی میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید نے بارہا عدل و انصاف کے قیام کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا، اور رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اقوال و افعال کے ذریعے اس کے عملی پہلوؤں کی ایسی مثالیں قائم کیں جو قیامت تک کے لیے امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

فقہِ اسلامی کی موروثی روایت میں "آداب القضاء" سے لے کر "بيان ما يحلّه القضاء و ما لا يحلّه" تک کے مباحث نہایت دقیق، عمیق اور عملی نوعیت کے ہیں۔ ان ابواب میں قاضی کے اوصاف، عدالتی آداب، شہادت و بینات کے اصول، فیصلہ سازی کی شرائط، اور وہ امور جن میں قاضی کا فیصلہ شرعاً نافذ العمل یا غیر نافذ العمل ہوتا ہے — سب کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ یہ اصول نہ صرف عدلیہ کے اخلاقی و قانونی معیار کو متعین کرتے ہیں بلکہ شریعتِ اسلامیہ میں انصاف کے خالص مفہوم کو واضح بھی کرتے ہیں۔

یہ مقالہ ان اصولی مباحث کے مصادر (ماخذ) کی تخریج و تحقیق پر مرکوز ہے تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ فقہائے اسلام نے ان اصولوں کی بنیاد کن قرآنی نصوص، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ، اور فقہی استدلالات پر رکھی۔ نیز، ان اصولوں کے اطلاق و تطبیق کے پہلو کو بھی واضح کیا جائے گا کہ فقہائے کرام نے مختلف ادوار میں عملی قضاء کے میدان میں ان تعلیمات کو کس طرح برتا، ان کے نفاذ کی نوعیت کیا تھی، اور معاصر عدالتی اصولوں کے ساتھ ان کا تقابلی تجزیہ کس درجہ ممکن ہے۔

اس تحقیق کا مقصد محض نظری مباحث تک محدود نہیں، بلکہ اس کے ذریعے اسلامی عدالتی نظام میں موجود اخلاقی و شرعی بنیادوں کو اجاگر کرنا ہے تاکہ قاضی اور عدالت دونوں کا کردار ایک دینی و اخلاقی فریضہ کے طور پر واضح ہو۔ علاوہ ازیں، یہ تحقیق فقہی ماخذ کی روشنی میں ان حدود و قیود کو بھی متعین کرے گی جو "بيان ما يحلّه القضاء و ما لا يحلّه" کے ذیل میں وارد ہیں، تاکہ اسلامی عدل کا صحیح تصور علمی و عملی دونوں سطحوں پر سامنے آسکے۔

اس طرح یہ مقالہ اسلامی فقہ میں قضاء کے اصولی و اخلاقی ڈھانچے کو ایک ہمہ جہت زاویے سے واضح کرنے کی کوشش ہے — جس میں مصادر کی تخریج و تحقیق، اور اصول کی تطبیق و اطلاق دونوں پہلوؤں کو علمی معیار اور تحقیقی منہج کے مطابق پیش کیا جائے گا۔

الاصل: القضاء فريضة محكمة وسنة متبعة (1)

ترجمہ: قضاء ایک فرضی حکم ہے جو عدالت کا کام ہے اور ایک متبع سنت ہے۔

دیگر مترادف قاعدے:

القضاء فريضة واجبة وسنة متبعة (2)

الحكم أمر مفروض وسنة ثابتة(3)

الاصل: الصلح جائز بين المسلمين (4)

ترجمہ: مسلمانوں کے درمیان صلح کرنا جائز ہے

1۔ کاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ بیروت: دار الکتب العربیہ، 1986۔ ج 9، ص 117

2۔ سرخسی، شمس الائمہ محمد بن احمد۔ المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997۔ ج 6، ص 53

3۔ محمد بن احمد الحکمی۔ شروط الشہادۃ فی الفقہ الاسلامی والقانون الیمنی۔ صنعاء: الجامعۃ الیمنیہ، 2004۔ ج 2، ص 51

4۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج 9، ص 117

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دیگر مترادف قاعدے:

الصلح مباح بين المسلمين (5)

التصالح جائز بين المسلمين (6)

تفریع: علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس پر یہ تفریع ذکر کیا ہے کہ اگر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کا صلح ہو تو اس طرح صلح کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ کو یہ نہیں روکنا چاہیے کہ آپ جو فیصلہ کل کر چکے تھے، جس پر آپ نے اپنی ذات میں رجوع کیا اور ہدایت حاصل کی، اس پر دوبارہ حق کا جائزہ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق قدیم ہے، کبھی باطل نہیں ہوتا اور حق کا دوبارہ جائزہ لینا باطل پر قائم رہنے سے بہتر ہے۔ جو بات آپ کے دل میں ابھرتی ہے، وہ سمجھیں، جب تک کہ وہ قرآن عظیم اور سنت سے آپ تک نہ پہنچے، پھر مثالوں اور مشابہتوں کو جانچیں اور اس کے بعد معاملات کا موازنہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے قریب تر اور حق سے زیادہ ہم آہنگ چیز کو اختیار کریں۔ مدعی کے لیے ایک وقت مقرر کریں، جب وہ اپنا حق پیش کرے اور اگر وہ اس وقت میں حاضر نہ ہو تو اس کا حق چھین لیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے: "اگر وہ اس سے عاجز ہو جائے تو آپ پر فرض ہے کہ آپ فیصلہ کریں، کیونکہ یہ زیادہ عذر کا سبب ہے اور اندھے کو بھی واضح کر دیتا ہے۔" مسلمان ایک دوسرے کے معاملے میں عدل کرتے ہیں، سوائے قذف کے حدود یا کسی خاص قرابت یا گواہی جھوٹ کے معاملے میں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری پوشیدہ باتوں کو بخوبی جانا ہے اور تمہاری برہان سے تمہارے معاملات کو تمہارے حق میں واضح کر دیا ہے۔ غصہ، بے چینی اور لوگوں کی شکایت سے بچو اور ان سے جاہلانہ سلوک نہ کرو، خصوصاً ایسے مواقع پر جہاں حق کی اہمیت ہے، جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اجر رکھا ہے اور جس سے آپ کے ذخیرہ کا اضافہ ہوگا۔ جو شخص اپنے معاملات میں اللہ کے ساتھ سچائی کے ساتھ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں سے بچاتا ہے۔ جو شخص لوگوں کے سامنے سجاوٹ کرتا ہے جبکہ اللہ جانتا ہے کہ اس کا حال اس سے مختلف ہے، اللہ تعالیٰ اس کے معاملے میں خود فیصلہ کرتا ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی عبادت میں صرف وہی قبول کرتا ہے جو خالص ہو۔ تو پھر آپ کو کیا لگتا ہے کہ اللہ کی طرف سے، جو آپ کی زندگی کے رزق اور رحمتوں کے خزانے سے ہو، اس کا انعام کیا ہوگا؟

الاصل: : أن يكون القاضي فهماً عند الخصومة فيجعل فهمه وسمعه وقلبه إلى كلام الخصمين۔

ترجمہ: قاضی کو تنازعے کے دوران فہمی والا ہونا چاہیے، تاکہ وہ اپنے فہم، سماعت اور دل کو فریقین کے کلمات پر مرکوز کرے۔

دیگر مترادف قاعدے:

أن يكون القاضي عاقلاً عند المنازعة فيصغي بكل جوارحه إلى كلام المتنازعين

يجب أن يكون القاضي حكيماً في النزاع فيصغى بكل انتباه إلى أقوال الخصمين

تفریع: اگر قاضی دونوں فریقین کی بات نہیں سمجھتا تو حق ضائع ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا: 'کیونکہ حق بولنے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک وہ نافذ نہ ہو'۔

الاصل: ألا يكون قلقاً وقت القضاء،(7)

ترجمہ: وہ قضاء کے وقت بے چین نہ ہو۔

5۔ الفتاویٰ الهندیه المعروف فتاویٰ عالمگیری۔ مرتبه علمائے ہند۔ بیروت: دار الفکر، 1991۔ ج 11، ص 121

6۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج 6، ص 54

7۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج 9، ص 117

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يكون متوتراً أثناء الحكم(8)

ألا يظهر التردد عند القضاء(9)

الاصل: ألا يكون ضجراً عند القضاء إذا اجتمع عليه الأمور فضاق صدره(10)

ترجمہ: وہ قضاء کے وقت بیزار نہ ہو، جب مختلف معاملات اس پر آجائیں اور اس کا دل تنگ ہو جائے

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يكون متبرماً عند الحكم إذا كثرت عليه القضايا فاضطرب(11)

الاصل: لا يقضي القاضي وَهُوَ غَضبان(12)

ترجمہ: قاضی غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے

دیگر مترادف قاعدے:

يجب أن لا يحكم القاضي وهو غاضب(13)

القاضي لا يجوز له القضاء أثناء الغضب(14)

الاصل: ألا يكون جائعاً ولا عطشان ولا ممتلئاً(15)

ترجمہ: وہ (قاضی) نہ بھوکا ہو، نہ پیاسا اور نہ ہی بھرا ہوا ہو

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يكون جائعاً ولا ظامئاً ولا شبعاناً(16)

أن لا يكون في حالة جوع أو عطش أو امتلاء(17)

الاصل: : أن لا يقضي وهو يمشي على الأرض أو يسير على الدابة(18)

ترجمہ: وہ زمین پر چلتے ہوئے یا سواری پر سوار ہوتے ہوئے فیصلہ نہ کرے

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يصدر الحكم وهو في حالة سير على الأرض أو على الدابة(19)

8۔ فتاویٰ عالمگیری، ج، 11، ص، 121

9۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج، 2، ص، 51

10۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 117

11۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج، 6ص، 102

12۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 118

13۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج، 2، ص، 51

14۔ ابن قدامه، موفق الدین عبدالله بن احمد، المغنی، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1405ھ۔ج2، ص 71

15۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 119

16۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج، 2، ص، 90

17۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج، 6ص، 103

18۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 120

19۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج، 2، ص، 91

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

أن لا يحكم القاضي وهو في أثناء المشي أو الركوب(20)

الاصل: أن يسوي بين الخصمين في الجلوس فيجلسهما بين يديه لا عن يمينه ولا عن يساره(21) (107)

ترجمہ: وہ دونوں فریقوں کے درمیان بیٹھنے میں برابری کرے اور انہیں اپنے سامنے بیٹھائے، نہ کہ اپنی دائیں طرف اور نہ ہی بائیں طرف۔

تفریع: اگر قاضی ایسا کرتا ہے تو اس نے ایک فریق کو اپنے قریب کر لیا اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ایک فریق کو اپنی دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف بٹھایا جائے، کیونکہ دائیں طرف کو بائیں طرف پر فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ روایت آئی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما ایک معاملے میں حضرت زید بن ثابت کے پاس گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تکیہ رکھ دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'یہ تمہاری پہلی زیادتی ہے' اور پھر وہ دونوں حضرت زید کے درمیان بیٹھ گئے۔

الاصل: أن يسوي بينهما في النظر والنطق والخلوة(22)

ترجمہ: وہ دونوں کے درمیان نظر، بات چیت اور تنہائی میں برابری کرے۔

دیگر مترادف قاعدے:

أن يعدل بينهما في الاستماع والحديث والانفراد(23)

أن يتساوى في النظر إليهما والكلام معهما والجلوس مع كل منهما على حدة(24)

تفریع: وہ اپنا رخ کسی ایک فریق کی طرف نہ کرے، نہ ہی کسی ایک فریق سے بات کرے یا اشارہ کرے بغیر دوسرے فریق کو، نہ ہی کسی ایک کا آواز بلند کرے، نہ ہی کسی ایک سے ایسی زبان میں بات کرے جسے دوسرا نہ سمجھے، نہ ہی اپنے گھر میں کسی ایک کے ساتھ اکیلا ہو، نہ ہی کسی ایک کو دعوت دے، بلکہ دونوں فریقوں کے درمیان اس سب میں برابری کرے، کیونکہ اس میں سے کسی ایک کے ساتھ انصاف نہ کرنے سے دوسرے کا دل ٹوٹ سکتا ہے اور قاضی پر بھی اس کا الزام آ سکتا ہے

الاصل: ألا يقبل الهدية من أحدهما إلا إذا كان لا يلحقه به تهمة (25)

ترجمہ: وہ دونوں میں سے کسی سے بھی تحفہ قبول نہ کرے، سوائے اس کے کہ ایسا کرنے سے اس پر کوئی الزام نہ آئے

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يقبل الهدية من أي منهما إلا إذا كانت خالية من الشبهة(26)

أن لا يتسلم هدية من أحدهما إلا إذا كانت غير مثيرة للريبة(27)

ألا يأخذ الهدية من أحدهما إلا إذا كانت خالية من التهمة(28)

20۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج،6 ص،104
21۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 120
22۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 120
23۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج،6 ص،104
24۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج، 2، ص، 92
25۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 121
26۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج،6 ص،105
27۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج، 2، ص، 95
28۔ فتاویٰ عالمگیری، ج، 11، ص، 178

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تفریعات:

پہلی تفریع: "تحفہ دینے والا کسی بھی صورت میں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ نہ تو قاضی سے قبل تحفہ دیتا ہو اور نہ ہی ایسا شخص ہو جو تحفہ نہ دے۔ اگر وہ قاضی کے قریب رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار ہو، تو اگر وہ قریبی رشتہ دار ہو، تو دیکھنا چاہیے کہ آیا اس کے ساتھ کوئی موجودہ تنازعہ ہے یا نہیں۔ اگر تنازعہ ہو تو وہ تحفہ قبول نہیں کرے گا کیونکہ اس پر الزام آ سکتا ہے، لیکن اگر کوئی تنازعہ نہ ہو تو وہ تحفہ قبول کر سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی الزام نہیں ہو گا۔ اگر وہ غیر رشتہ دار ہو، تو وہ تحفہ ہر حال میں قبول نہیں کرے گا، چاہے اس کے ساتھ موجودہ تنازعہ ہو یا نہ ہو، کیونکہ اگر تنازعہ ہو تو یہ رشوت کے مترادف ہو گا اور اگر تنازعہ نہ ہو، تو شاید بعد میں اس کے ساتھ تنازعہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا وہ تحفہ نہیں قبول کرے گا اور اگر وہ تحفہ قبول کرے تو وہ بیت المال کے لیے ہو گا۔"

دوسری تفریع: یہ اس صورت میں ہے جب کسی شخص کو قضاء کے عہدہ کو سنبھالنے سے پہلے تحفہ نہیں دیا جاتا تھا، لیکن اگر وہ شخص تحفہ دیتا ہو تو اگر اس کے ساتھ موجودہ تنازعہ ہو تو تحفہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں الزام آ سکتا ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کوئی تنازعہ نہ ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تحفہ پہلے کی طرح یا کم مقدار میں دے رہا ہے، تو وہ تحفہ قبول کیا جائے گا کیونکہ اس میں کوئی الزام نہیں ہو گا۔ لیکن اگر تحفہ زیادہ مقدار میں دیا جائے تو اس اضافی حصہ کو رد کر دیا جائے گا۔

اور اگر تحفہ قبول کیا جائے تو وہ بیت المال کے لیے ہو گا اور اگر فوری طور پر قبول نہ کیا جائے اور تنازعہ ختم ہونے کے بعد قبول کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

الاصل: ألا يجيب الدعوة الخاصة بأن كانوا خمسة أو عشرة، لأنه لا يخلو من التهمة (29)

ترجمہ: خصوصی دعوت کا جواب نہیں دینا چاہیے چاہے وہ پانچ ہوں یا دس، کیونکہ اس میں شک و شبہ ہو سکتا ہے

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يلبّي الدعوة الخاصة إذا كان المدعوون خمسة أو عشرة، خشية أن تُثار الشبهة(30)

تفریع: سوائے اس کے کہ دعوت دینے والا وہ شخص ہو جو قضا سے پہلے دعوت کا اہتمام کرتا تھا، یا اس کے اور قاضی کے درمیان کوئی رشتہ ہو، تو پھر اس کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ اس دعوت میں شریک ہو، بشرطیکہ اس کا قاضی سے کوئی تنازعہ نہ ہو کیونکہ اس صورت میں شک و شبہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر قاضی کو معلوم ہو کہ اس کا کسی کے ساتھ تنازعہ ہے، تو وہ اس دعوت میں شرکت نہیں کرے گا۔

رہی بات عمومی دعوتوں کی، تو اگر وہ بدعت ہو جیسے کہ کھیلوں یا اسی طرح کی دعوتیں، تو اس میں شرکت کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسی دعوتوں کا جواب دینا صرف قاضی کا حق ہے اور قاضی اس میں زیادہ مستحق ہے۔ لیکن اگر وہ سنت ہو جیسے کہ ولیمہ یا ختنے کی دعوت، تو پھر اس میں شرکت جائز ہے کیونکہ یہ سنت کا جواب دینے کے مترادف ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔"

الاصل: ألا يلقن أحد الخصمين حجته، لأن فيه مكسرة قلب الآخر، ولأن فيه إعانة أحد الخصمين فيوجب التهمة،(31)

ترجمہ: کسی ایک فریق کو دوسرے فریق کا حجت سکھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں دوسرے فریق کا دل شکستہ ہے اور اس میں ایک فریق کی مدد کرنا شامل ہے جو شک و شبہ پیدا کرتا ہے۔

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يساعد أحد الخصمين في صياغة حجته، لأن ذلك يُحتمل أن يُعتبر انحيازاً ويؤدي إلى تهمة(32)

29۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 123

30۔ شروط الشهادة في الفقه الاسلامي والقانون اليمني، ج. 2، ص. 92

31۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 123

32۔ فتاویٰ عالمگیری، ج. 11، ص. 155

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

الاصل: ألا يلقن الشاهد بل يتركه يشهد بما عنده، فإن أوجب الشرع قبوله قبله وإلا رده(33)

ترجمہ: گواہ کو تلقین نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اسے اپنی شہادت دینے دی جائے جیسا کہ وہ جانتا ہے۔ اگر شریعت نے اس کی شہادت کو قبول کرنے کا حکم دیا تو اسے قبول کیا جائے گا، ورنہ رد کر دیا جائے گا

الاصل: ألا يعبث بالشهود لأن ذلك يشوش عليهم عقولهم فلا يمكنهم أداء الشهادة، على وجهها (34)

ترجمہ: گواہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس سے ان کے ذہن میں بے ترتیبی آتی ہے جس کی وجہ سے وہ شہادت درست طریقے سے نہیں دے پاتے۔

دیگر مترادف قاعدے:

أن لا يتلاعب بالشهود لأن ذلك يربكهم ويعوقهم عن أداء شهادتهم بشكل صحيح (35)

ألا يُحرف كلام الشهود لأن ذلك يشتت أذهانهم ويمنعهم من أداء الشهادة كما يجب(36)

تفریعات:

پہلی تفریع: جب گواہان کو الگ کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ ان سے شہادت دینے کے وقت ان سے سوال کیا جائے کہ کہاں اور کب تھا۔ اگر ان میں اختلاف ہو جو شہادت کے رد کرنے کا باعث بنے، تو شہادت رد کر دی جائے گی، ورنہ نہیں۔

دوسری تفریع: قاضی جنازے کی نماز پڑھتے ہیں کیونکہ یہ میت کا حق ہے مسلمانوں پر، اس لیے وہ سنت کی ادائیگی میں متہم نہیں ہوتے اور اسے ادا کرنے کے لیے حاضر ہو سکتے ہیں، سوائے اس صورت میں جب جنازوں کا اجتماع ہو اور اگر وہ سب میں حاضر ہوں تو اس سے مسلمانوں کے امور میں خلل پڑے، تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ وہ جنازے میں شریک نہ ہوں کیونکہ قضاء فرضِ عین ہے اور جنازے کی نماز فرضِ کفایہ ہے، اس لیے جب دونوں میں سے کسی ایک کو ادا کرنا ممکن نہ ہو تو فرضِ عین کو ترجیح دی جائے گی۔

تیسری تفریع: قاضی بیمار کا بھی عیادت کرتا ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کا دوسرے مسلمانوں پر حق ہے اور اس میں اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ اور وہ جب عدالت میں داخل ہونے والے فریقین کو سلام کرتا ہے کیونکہ سلام اسلام کی سنت ہے اور شریح (رحمت اللہ علیہ) اپنے مخالفین کو بھی سلام کیا کرتے تھے، لیکن وہ کسی ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح دے کر سلام نہیں کرتے تھے اور یہ سب کچھ ان کے مجلسِ قضاء میں بیٹھنے سے پہلے ہوتا تھا۔"

چوتھی تفریع: پس جب قاضی بیٹھ جائے تو نہ وہ ان کو سلام کرے گا اور نہ وہ اس پر سلام کریں گے۔ وہ خود ان کو اس لیے سلام نہیں کرتا کیونکہ سنت یہ ہے کہ کھڑا شخص بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے، نہ کہ بیٹھا ہوا کھڑے شخص کو۔ اور وہ (گواہ یا دیگر افراد) اس پر اس لیے سلام نہیں کریں گے کیونکہ اگر وہ اس پر سلام کریں گے تو اس پر جواب دینا لازم نہیں ہو گا کیونکہ وہ اس وقت ایک اہم اور عظیم کام میں مشغول ہے اور اسے سلام کا جواب دینے میں مشغول ہونا ضروری نہیں۔

فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے ایک شخص کے بارے میں ذکر کیا جو قرآن پڑھ رہا ہو اور اس کے پاس کوئی اور داخل ہو، کہ اس پر سلام کرنا مناسب نہیں اور اگر وہ سلام کرے تو اس پر جواب دینا لازم نہیں ہو گا۔

پانچویں تفریع: اسی طرح، جب مدرس تدریس کے لیے بیٹھا ہو تو کسی کو اس پر سلام کرنا مناسب نہیں اور اگر وہ سلام کرے تو اس پر جواب دینا لازم نہیں ہو گا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ بر خلاف اس کے، جب امیر بیٹھے ہوں اور لوگ ان کے پاس آئیں تو وہ ان کو سلام کریں گے اور یہ سنت

33۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 124

34۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 124

35۔ فتاویٰ عالمگیری، ج. 11، ص. 156

36۔ المغنی، ج. 2، ص. 103

ہے۔ اگرچہ ہمارے زمانے کے سلاطین ان پر سلام کرنے کو ناپسند کرتے ہیں اور یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ وہ ملاقات کے لیے بیٹھے ہیں اور سنت ہے کہ جو شخص کسی کے پاس ملاقات کے لیے جائے، وہ سلام کرے۔

چھٹی تفریع: جہاں تک قاضی کا تعلق ہے، تو وہ عبادت کے لیے بیٹھا ہے نہ کہ ملاقات کے لیے، اس لیے اس پر سلام کرنا سنت نہیں اور اگر اس پر سلام کیا جائے تو جواب دینا لازم نہیں، تاہم اگر وہ جواب دے تو یہ بھی جائز ہے۔"

الاصل: العدالة لأن من لا يكون عدلاً في نفسه كيف يعدل غيره(37)

ترجمہ: عدل یہ ہے کہ جو شخص خود عدل پر قائم نہ ہو، وہ دوسرے کو کیسے عدل کی حالت میں شمار کر سکتا ہے

تفریعات:

پہلی تفریع: اور جہاں تک تعداد کا تعلق ہے، تو یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جواز کے لیے شرط نہیں ہے، لیکن یہ فضیلت اور کمال کی شرط ہے، جبکہ امام محمد کے نزدیک یہ جواز کے لیے شرط ہے۔

ان کے قول کا پہلا نقطہ یہ ہے کہ تزکیہ کا مفہوم گواہی کے مترادف ہے، کیونکہ یہ قاضی کے علم سے غائب کسی امر کی اطلاع دیتا ہے اور یہ گواہی کا معنی ہے، اس لیے گواہی کے لیے جو نصاب شرط ہے، وہ تزکیہ کے لیے بھی ضروری ہے۔

ان دونوں کا کہنا ہے کہ تزکیہ گواہی نہیں ہے، اس دلیل سے کہ اس میں لفظ "شہادت" کا استعمال ضروری نہیں ہوتا، اس لیے اس میں تعداد کی شرط نہیں ہے۔ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ گواہی میں تعداد کی شرط غیر معقول معنی میں ثابت کی گئی ہے اور جہاں لفظ "شہادت" شرط ہو، وہاں تعداد ضروری ہوتی ہے۔ تو اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں، ان میں تعداد کی شرط نہیں ہے۔ اسی طرح مترجم اور حامل منشور کی تعداد کے بارے میں بھی یہی اختلاف ہے کہ یہ شرط نہیں ہے ان کے نزدیک، جبکہ امام محمد کے نزدیک یہ شرط ہے۔

اسی اختلاف کی بنیاد پر، قاضی کی آزادی، بصیرت اور قذف کی حد سے محفوظ رہنے کے بارے میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، اس لیے اندھے، نابینا اور قذف کے حد سے گزرے ہوئے افراد کا تزکیہ درست ہے۔ تاہم امام محمد کے نزدیک یہ شرط ہے، اس لیے ان افراد کا تزکیہ درست نہیں ہو گا، کیونکہ ان کے نزدیک تزکیہ گواہی کے مترادف ہے اور اس کے لیے وہی شرائط لازمی ہیں جو گواہی کے لیے ضروری ہیں۔ جبکہ ان دونوں کے نزدیک تزکیہ گواہی نہیں ہے، اس لیے وہ گواہی کی شرائط پر عمل نہیں کرتے۔

دوسری تفریع: جہاں تک مرد یا عورت کے بارے میں بات ہے، تو یہ جواز کی شرط نہیں ہے۔ عورت کا تزکیہ درست ہے اگر وہ ایسی عورت ہو جو لوگوں کے معاملات میں شریک ہوتی ہے اور ان کے حالات کو جانتی ہو اور یہ اصل روایت کے مطابق ظاہر ہے، کیونکہ یہ دین کی خبر دینے کے زمرے میں آتا ہے اور وہ اس کی اہل ہیں۔

امام محمد کے نزدیک عورت کا تزکیہ اسی صورت میں قبول کیا جائے گا جہاں مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بچے کا اپنے والد کے لیے اور والد کا اپنے بچے کے لیے تزکیہ درست ہے اور اسی طرح ہر محرم رشتہ کا تزکیہ بھی درست ہے، کیونکہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوتا۔ تاہم امام محمد کے اصل قول کے مطابق یہ بات پیچیدہ ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ تزکیہ کو گواہی کے مترادف سمجھتے ہیں اور والد اور بچے کی گواہی کو قبول نہیں کرتے، بلکہ وہ اسے رد کرتے ہیں۔"

الاصل: أن يجلس معه جماعة من أهل الفقه يشاورهم ويستعين برأيهم فيما يجهله من الأحكام،(38)

ترجمہ: کہ وہ فقہ کے اہل میں سے ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے، ان سے مشورہ کرے اور جو احکام اسے نہ معلوم ہوں، ان کے رائے سے مدد لے۔

37۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 125

38۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 126

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تشریح:

اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فقہ کے اہل میں سے ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے، ان سے مشورہ کرے اور جو احکام اسے معلوم نہ ہوں، ان کے مشورے سے مدد لے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بھی مشورہ دینے کی ہدایت کی تھی جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کی آیت 159 میں فرمایا: "اور ان سے کاموں میں مشورہ کرو"، حالانکہ آپ ﷺ پر وحی کا دروازہ کھلا تھا، تو دوسرے کے لیے مشاورت ضروری ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنے صحابہ سے مشاورت کرتے نہیں دیکھا"۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کرتے تھے: "میں ان امور میں تمہارے مشورے کے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتا جہاں مجھے وحی نہیں آئی"۔ کیونکہ مشاورت حق کی تلاش میں اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے کی ایک صورت ہے اور یہ انسان کو ہدایت کے راستے تک پہنچانے کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ "اور جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی ہدایات دیتے ہیں"(39)

اس کے علاوہ، قاضی کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں سے مشورہ کرے جن کے دین اور امانت پر اس کا اعتماد ہو، تاکہ اس کے فیصلے میں حق اور ثواب کا امکان ہو۔ اور قاضی کو عوام کے سامنے مشورہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے مجلس کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اسے جاہل سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ مجلس ختم کر کے ان سے مشورہ کرے یا کوئی تحریر لکھ کر دے، یا ایسی زبان استعمال کرے جسے دونوں طرف کے لوگ نہ سمجھیں۔ اگر قاضی کو کسی معاملے میں مشورہ کرنے میں مشکل پیش آئے، تو وہ کسی کو بلانے کے بجائے انہیں پیغام بھیج کر یا سوالات لکھ کر ان سے مشورہ لے سکتا ہے۔"

دیگر مترادف قاعدے:

أن يجتمع مع فقهاء من أهل العلم ويطلب منهم النصيحة والمعونة في المسائل التي ليس لديه علم بها(40)

الاصل: ان يكون له جلواز (41)

ترجمہ: کہ اس کے پاس جلواز ہو۔

الاصل: أن يكون له أعوان يستحضرون الخصوم ويقومون بين يديه إجلالاً له(42)

ترجمہ: کہ اس کے پاس معاونین ہوں جو فریقین کو حاضر کریں اور ان کے سامنے اس کی تعظیم کے طور پر کھڑے ہوں۔

دیگر مترادف قاعدے:

أن يكون له مساعدون يحضرون الخصوم ويقومون بين يديه تبجيلاً له(43)

أن يكون له أعوان يأتون بالخصوم ويقيمون أمامه تعظيمًا له(44)

الاصل: أن يكون له ترجمان لجواز أن يحضر مجلس القضاء من لا يعرف القاضي لغته من المدعي والمدعى عليه والشهود(45)

39۔ القرآن الكريم، سورة العنكبوت، آيت 69

40۔ شروط الشهادة في الفقه الاسلامي والقانون اليمني، ج. 2، ص. 105

41۔ المحيط البرہانی فی الفقه النعمانی، كتاب القاضی، ج، 6، ص. 99

42۔ بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 126

43۔ شروط الشهادة في الفقه الاسلامي والقانون اليمني، ج. 2، ص. 106

44۔ فتاویٰ عالمگیری، ج. 11، ص. 165

45۔ بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 127

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: کہ اس کے پاس ایک ترجمان ہو تاکہ یہ جائز ہو کہ ایسے افراد جو قاضی کو نہیں جانتے، جیسے دعویٰ کرنے والا، دعویٰ علیہ اور گواہان، عدلیہ کی مجلس میں حاضر ہو سکیں۔

دیگر مترادف قاعدے:

أن يكون له مترجم لإمكانية حضور من لا يعرف القاضي من المدعي والمدعى عليه والشهود في مجلس القضاء(46)

أن يكون له معبر لتمكين حضور من لا يعرف القاضي من الخصوم والشهود في محكمة الحكم(47)

الاصل: أن يتخذ كاتباً لأنه يحتاج إلى محافظة الدعاوى والبينات والإقرارات التي لا يمكن حفظها، فلا بد من الكتابة، وقد يشق عليه أن يكتب بنفسه فيحتاج إلى كاتب يستعين به.(48)

ترجمہ: کہ وہ ایک لکھنے والا (کاتب) اختیار کرے کیونکہ اسے دعوے، شہادتیں اور اقرارات کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں یاد رکھنا ممکن نہیں ہوتا، اس لیے لکھنا ضروری ہے۔ اور یہ اس کے لیے مشکل ہو سکتا ہے کہ وہ خود لکھے، اس لیے اسے ایک کاتب کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔

تفریعات:

پہلی تفریع: اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک صالح اور شہادت کے اہل شخص ہو جسے فقہ کا علم ہو۔ جہاں تک عفت اور صلاح کا تعلق ہے، تو یہ امانت کے باب سے ہے اور امانت صرف وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو عفیف اور صالح ہو۔ اور شہادت کے اہل ہونے کی ضرورت اس لیے ہے کہ قاضی کو کبھی اس کی شہادت کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اور فقہ کا علم اس لیے ضروری ہے کہ اسے فریقین کے کلام کو مختصر کرنے، حذف کرنے اور ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے اور یہ کام صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے فقہ کا علم ہو۔ اگر وہ فقیہ نہیں ہے، تو وہ فریقین کا کلام جیسے سنیں ویسے لکھیں گا اور اس میں کوئی اضافہ یا کمی نہیں کرے گا تاکہ کوئی حق ثابت نہ ہو جائے جو ثابت نہ تھا یا کوئی واجب حق ضائع نہ ہو جائے، کیونکہ کسی بھی کلام میں تصرف کرنا فقیہ کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔

دوسری تفریع: اور یہ بھی ضروری ہے کہ کاتب اس جگہ بیٹھے جہاں وہ جو لکھ رہا ہے اور جو کر رہا ہے، دونوں دیکھ سکے، کیونکہ یہ زیادہ احتیاطی ہوتا ہے۔ ہمارے علاقے کی عرف میں دعویٰ کی تحریر کو دعویٰ پر مقدم کیا جاتا ہے۔ کاتب پہلے مدعی کا دعویٰ لکھے گا اور تاریخ کا مقام خالی چھوڑ دے گا، تاکہ اگر دعویٰ لکھنے کے وقت تاریخ میں تاخیر ہو تو وہ اس میں اضافہ کر سکے۔ پھر جواب کا مقام بھی خالی چھوڑا جائے گا کیونکہ اسے یہ علم نہیں کہ مدعاعلیہ اقرار کرے گا یا انکار۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو گواہوں کے نام لکھے گا اور ہر دو گواہوں کے درمیان خالی جگہ چھوڑے گا تاکہ قاضی تاریخ، جواب اور گواہوں کی شہادت خود لکھ سکے۔ پھر کتاب کو لپیٹ کر مہر کر دے گا۔ اس کے بعد کتاب کے پیچھے لکھے گا: "فلاں بن فلاں کی ضد فلاں بن فلاں کے ساتھ، ماہ فلاں، سال فلاں" اور اسے ایک طومار میں رکھے گا۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی تمام خصومات کو الگ طومار میں رکھا جائے تاکہ ان کا بہتر طور پر جائزہ لیا جا سکے۔ پھر قاضی اس ماہ کے دوران گواہوں کے نام خود لکھے گا یا کاتب کو اپنے سامنے لکھنے کی ہدایت دے گا اور پھر وہ اسے تصدیق کرنے والے کو بھیجے گا، جو ہمارے علاقے کی عرف میں 'مستورہ' کہلاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسے دو عادل افراد کے ذریعے بھیجا جائے اور اگر ایک عادل کے ذریعے بھیجا جائے تو اس میں وہ اختلاف ہو گا جس کا ذکر ہم نے کیا ہے۔

الاصل: أن يقدم الخصوم على مراتبهم في الحضور الأول فالأول، لقوله– عليه الصلاة والسلام :: المباح لمن سبق إليه(49)

46۔ شروط الشھادۃ فی الفقہ الاسلامی والقانون الیمنی، ج. 2، ص. 106

47۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 127

48۔ فتاویٰ عالمگیری، ج. 11، ص. 167

49۔ فتاویٰ عالمگیری، ج. 11، ص. 165

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: کہ فریقین کو ان کی مراتب کے مطابق مقدم کیا جائے، پہلے آنے والے کو پہلے پیش کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: 'جو چیز پہلے پہنچے، وہ اسی کا حق ہے

دیگر مترادف قاعدے:

أن يُقدّم الحضور بحسب ترتيبهم، الأول فالأول، وفقًا لحديثه – عليه الصلاة والسلام: المباح لمن سبق إليه(50)

تفریعات:

پہلی تفریع: اگر ان کی حالت میں کوئی اشتباہ ہو تو قرعہ اندازی کی جائے اور جو شخص نکلے، اسے مقدم کیا جائے، سوائے ان لوگوں کے جو اجنبی ہوں جب وہ کسی اہل مصر کے ساتھ یا آپس میں کسی دوسرے سے تنازعہ کریں، یا جب کوئی اہل مصر کے ساتھ تنازعہ کرے، تو انہیں اہل مصر پر مقدم کیا جائے گا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: 'غریب کو مقدم کرو، کیونکہ اگر تم نے اس کا معاملہ نظر انداز کیا تو اس کا حق ضائع ہو جائے گا اور تم وہی ہو جو اسے ضائع کر کے چھوڑ دو گے۔' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غریب کو مقدم کرنے کی ترغیب دی تھی کیونکہ وہ انتظار نہیں کر سکتے اور ان کا مقدم نہ کرنا ان کا حق ضائع کرنے کے مترادف ہوتا ہے، سوائے اس صورت میں جب وہ بہت زیادہ ہوں اور قاضی اہل مصر کو مشغول کر دے، جس کی وجہ سے ان کا معاملہ اہل مصر کے ساتھ مل جائے، کیونکہ انہیں مقدم کرنا اہل مصر کے حقوق کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

دوسری تفریع: اسی طرح، گواہ کے ساتھ مقدمہ کرنے والے شخص کو دوسرے پر مقدم کرنا ضروری ہے، کیونکہ گواہ کی عزت کرنا واجب ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'گواہوں کی عزت کرو، کیونکہ اللہ ان کے ذریعے حقوق کو زندہ کرتا ہے۔' اور گواہوں کو قاضی کے دروازے پر روکے رکھنا عزت کا حصہ نہیں ہے۔

چوتھی تفریع: یہ صورت اس وقت ہے جب فریق واحد ہو، لیکن اگر وہ زیادہ ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے اور مناسب یہ ہے کہ مردوں کو ایک الگ گروہ اور عورتوں کو ایک الگ گروہ میں مقدم کیا جائے کیونکہ اختلاط میں فتنے کا خوف ہوتا ہے۔ اگر قاضی دیکھے کہ عورتوں کے لیے ایک دن مخصوص کرنا بہتر ہے، کیونکہ مدعیان کی تعداد زیادہ ہے، تو یہ عمل کر سکتا ہے کیونکہ ان کے لیے ایک دن مختص کرنا ان کی پردہ داری کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

الاصل: أن لا يتعب نفسه في طول الجلوس، لأنه يحتاج إلى النظر في الحجج، وبطول الجلوس يختل النظر فيها، فلا ينبغي أن يفعل ذلك ويكفي الجلوس طرفي النهار وقدر ما لا يفتر عن النظر في الحجج(51)

ترجمہ: وہ اپنے آپ کو طویل بیٹھنے میں تھکانے کی ضرورت نہیں رکھتا، کیونکہ اسے دلائل پر غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور طویل بیٹھنے سے دلائل پر نظر ڈالنے میں خلل آ جاتا ہے، اس لیے اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے اور کافی ہے کہ وہ دن کے دونوں طرف تھوڑی دیر بیٹھے اور اتنا وقت گزارے جتنا کہ وہ دلائل پر نظر ڈالنے میں مشغول رہ سکے۔

تفریع: جب دونوں فریقین اس کے سامنے آئیں، کیا مدعی سے اس کے دعوے کے بارے میں سوال کیا جائے؟ ادب القاضی میں ذکر کیا گیا ہے کہ سوال کیا جائے اور الزیادات میں ذکر کیا گیا ہے کہ سوال نہ کیا جائے۔ اسی طرح اگر کسی نے صحیح دعویٰ کیا ہو، کیا مدعا علیہ سے اس کے مخالف کے دعویٰ کے بارے میں سوال کیا جائے؟ ادب القاضی میں ذکر کیا گیا ہے کہ سوال کیا جائے اور الزیادات میں ذکر کیا گیا ہے کہ سوال نہ کیا جائے، یہاں تک کہ مدعی خود کہے: 'اس سے میرے دعوے کا جواب پوچھو۔'

50۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 127

51۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 127

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

الزیادات میں جوبات ذکر کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دعوے کے بارے میں سوال کرنا، قضائی نزاع کا آغاز ہے اور قاضی نزاع کا آغاز نہیں کرتا۔ جوبات کتاب میں ذکر کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ایک فریق کو عدالت کے اجلاس کی جلالت کا خوف ہو، جس کی وجہ سے وہ بغیر قاضی کے سوال کے اپنے دعوے کا اظہار نہ کر سکے، لہٰذا قاضی اس سے اس کے دعوے کے بارے میں سوال کرتا ہے۔"

الاصل: أن المدعي إذا أقام البيئة فادعى المدعى عليه الدفع(52)

ترجمہ: کہ مدعی اگر دعویٰ قائم کرے اور مدعاعلیہ دفاع کا دعویٰ کرے

تشریح:

کہ مدعی اگر دعویٰ قائم کرے اور مدعاعلیہ دفاع کا دعویٰ کرے اور کہے: 'میرے پاس دفاع کے لیے ثبوت موجود ہے، مجھے کچھ وقت دیا جائے'، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کتابِ سیاست میں فرمایا: 'مدعی کے لیے ایک مدت مقرر کرو جس تک وہ اپنے دعوے کو مکمل کرے' اور اس سے مراد وہ مدعی ہے جو دفاع کا دعویٰ کرتا ہے

دیگر مترادف قاعدے:

إذا قدم المدعي الأدلة فدافع المدعى عليه(53)

"إذا أظهر المدعي البرهان فطالب المدعى عليه الرد(54)

تفریع:

اگر وہ عاجز ہو جائے تو اس پر فیصلہ صادر کرنا جائز ہو گا، کیونکہ اگر اسے مہلت نہ دی جائے اور مدعی کے دفاع کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو شاید اس فیصلے کو منسوخ کرنے کی ضرورت پڑے۔ اس لیے مہلت دینا ضروری ہے تاکہ عدالت کو منسوخی سے بچایا جا سکے۔ پھر یہ قاضی کی رائے پر منحصر ہے، اگر چاہے تو اجلاس کے آخر تک مہلت دے سکتا ہے، چاہے تو کل تک یا پرسوں تک اور اس سے زیادہ نہیں دے سکتا، کیونکہ حق اس پر عائد ہو چکا ہے، لہٰذا اسے اس سے زیادہ مہلت دینا جائز نہیں۔ اور اگر وہ غائب دفاع کے ثبوت پیش کرے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے گا اور فیصلہ مدعی کے حق میں کیا جائے گا۔

الاصل: أن يجلس للقضاء في أشهر المجالس، ليكون أرفق بالناس(55)

ترجمہ: کہ وہ فیصلہ کرنے کے لیے سب سے زیادہ مناسب اجلاس میں بیٹھے، تاکہ لوگوں کے لیے زیادہ سہولت ہو

دیگر مترادف قاعدے:

أن يعتلي منصة القضاء في أوسع المجالس، ليكون أكثر تيسيرًا للناس(56)

أن يتخذ مجلسًا من المجالس الأوسع ليحكم فيه، ليتسنى للناس التعامل معه بسهولة(57)

تفریعات:

کیا وہ مسجد میں فیصلہ کرتا ہے؟ ہمارے اصحاب رحمھم اللہ نے کہا کہ وہ فیصلہ کرتا ہے اور امام الشافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ فیصلہ نہیں کرتا، بلکہ اپنے گھر میں فیصلہ کرتا ہے۔

52۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص،128

53۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون اليمنی، ج، 2، ص، 110

54۔ المحيط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج، 6، ص،103

55۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 128

56۔ فتاویٰ عالمگیری، ج، 11، ص، 171

57۔ المغنی، ج،2، ص،105

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ان کے قول کا مقصد یہ ہے کہ قاضی کے پاس مشرک، حیض والی، نفاس والی اور جنب شخص آ سکتے ہیں اور فریقین کے درمیان لغو باتیں، فحش کلام اور جھوٹ بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ان میں سے ایک جھوٹ بول رہا ہوتا ہے اور مسجد کو ان سب باتوں سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

لیکن ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی اقتداء کرنا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور تابعین بھی مسجد میں فیصلہ کرتے تھے۔"وہ لوگ مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے تھے اور ان کی اقتداء کرنا واجب ہے اور قاضی کو یہ بھی اختیار ہے کہ اگر فریقین میں صلح کی امید ہو تو انہیں صلح کی طرف مائل کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'اور صلح بہتر ہے'، پس صلح کی طرف مائل کرنا، حقیقت میں بہتر کی طرف مائل کرنا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'خصوم کو صلح کی طرف مائل کرو، کیونکہ فیصلہ کی زیادتی ان کے درمیان دشمنی پیدا کرتی ہے'، اس لیے انہوں نے قاضیوں کو خصوم کو صلح کی طرف مائل کرنے کی ترغیب دی، تاکہ مقصد حاصل ہو اور کوئی دشمنی نہ ہو اور یہ صرف ایک یا دو بار ہونا چاہیے۔ اگر وہ صلح کر لیں تو ٹھیک، ورنہ شرع کے مطابق فیصلہ کر دے اور اگر ان سے صلح کی کوئی امید نہ ہو تو انہیں صلح کی طرف مائل نہ کرے، بلکہ ان پر فیصلہ نافذ کرے، کیونکہ اس صورت میں مائل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

کیا قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ رزق لے؟ اگر وہ فقیر ہو تو اسے رزق لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہے اور اسے اپنی ضروریات کے لیے کفایت کی ضرورت ہے اور یہ کفایت بیت المال سے پوری ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ اس کا یہ رزق اجرت کے طور پر ہو۔ امام کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ قاضی اور اس کے اہل و عیال کے لیے کشادگی کرے تاکہ وہ لوگوں کے مال کی طرف طمع نہ کرے۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ میں حکمراں مقرر کیا تو ان کا سالانہ رزق چار سو درہم تھا۔

اسی طرح روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روزانہ ایک درہم اور تین یا دو تہائی درہم بیت المال سے دیا۔

اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح رزق ملتا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روزانہ ایک کھجور (کھانے کا برتن) دیا جاتا تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شریح کو بھی رزق دیا اور روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شریح کے لیے ہر ماہ پانچ سو درہم مقرر کیے تھے۔

اگر وہ مالدار ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا: وہ نہیں لے سکتا کیونکہ رزق لینے کی ضرورت صرف ضرورت کے وقت ہوتی ہے اور اس کو اس کی ضرورت نہیں۔

بعض نے کہا: اس کے لیے رزق لینا جائز ہے اور یہ بہتر ہے کہ وہ لے، کیونکہ وہ مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہے اور اس کی کفایت مسلمانوں پر ہے، نہ کہ اجرت کی صورت میں۔ اور بہتر اس لیے کہ اگر وہ نہ بھی محتاج ہو، تو ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی قاضی آئے جو محتاج ہو اور یہ ایک روایت اور دستور بن چکا ہے جسے سلطان اپنے وقت میں ختم نہیں کرتے، خصوصاً ہمارے زمانے کے سلاطین، تو قاضیوں کا رزق نہ لینا ان کے حق میں نہیں ہوگا۔

لہذا، بہترین عمل یہ ہے کہ وہ رزق لے اور قاضی کو کسی کو اپنا نائب مقرر کرنے کا حق نہیں ہے، سوائے اس کے کہ امام اسے اس کی اجازت دے، کیونکہ وہ تفویض کے تحت تصرف کرتا ہے اور جتنا تفویض کیا گیا ہو اتنا ہی اختیار رکھتا ہے، جیسے وکیل۔ اور اگر وہ نائب مقرر کرے تو اس کے نائب کے فیصلے اس کی اجازت پر منحصر ہوں گے، جیسے خصوصی وکیل کے معاملے میں، جب وہ کسی اور کو وکالت دے تو اس کے تصرفات اس کی اجازت سے مشروط ہوتے ہیں۔ اور اگر امام نے اسے اجازت دی ہو تو پھر وہ اس طرح اختیار رکھتا ہے جیسے عمومی وکیل۔"

الاصل: إذا كان القضاء مبنيًا على نص من الكتاب أو السنة المتواترة أو الإجماع، وكان القضاء موافقًا لذلك النص، فإنه ينفذ ولا يجوز نقضه لأنه صحيح قطعي. أما إذا كان القضاء مخالفًا لذلك، فيُرد لأنه باطل قطعًا(58)

58۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج. 9، ص. 129

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ترجمہ: اگر قضاء کتاب یا متواتر سنت یا اجماع پر مبنی ہو اور وہ قضاء اس نص کے مطابق ہو، تو وہ نافذ ہوگا اور اس کا نقض جائز نہیں کیونکہ وہ قطعی طور پر صحیح ہے۔ تاہم اگر وہ قضاء اس کے مخالف ہو، تو اسے رد کیا جائے گا کیونکہ وہ قطعی طور پر باطل ہے۔

الاصل: إذا كان الموضوع محل الاجتهاد، وكان هناك اتفاق على جواز الاجتهاد في تلك المسألة، فإن القضاء الذي يصدر بناءً على اجتهاد قاضي أول لا يُنقض إذا أُعيد إلى قاضٍ آخر، بل يُنفذ لأن هذا القضاء معتمد على اجتهاد صحيح ومتفق عليه(59)

ترجمہ: اگر موضوع اجتہاد کا ہے اور اس مسئلے میں اجتہاد کے جواز پر اتفاق ہو، تو جو قضاء پہلے قاضی کے اجتہاد پر مبنی ہو، وہ دوسرے قاضی کے پاس واپس بھیجا جانے پر رد نہیں کیا جائے گا، بلکہ وہ نافذ ہوگا کیونکہ یہ قضاء صحیح اور متفق علیہ اجتہاد پر مبنی ہے

الاصل: إذا كان القضاء صادرًا بناءً على اجتهاد متفق عليه، فلا يجوز نقضه بقول مختلف فيه بين الناس، لأن ذلك يؤدي إلى فساد في النظام القضائي(60)

ترجمہ: اگر قضاء متفق علیہ اجتہاد پر مبنی ہو، تو اسے لوگوں کے درمیان مختلف قول کی بنیاد پر نقض نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس سے عدلیہ کے نظام میں فساد پیدا ہوگا۔

الاصل: لا يجوز نقض قضاء القاضي الأول بناءً على اجتهاد القاضي الثاني إذا كان قضاء الأول مستندًا إلى اجتهاد صحيح ومتفق عليه بالإجماع. النقض لا يكون إلا بدليل قطعي، في حين أن اجتهاد القاضي الثاني قد يكون مبنيًا على رأي مختلف(61)

ترجمہ: قاضی اول کا فیصلہ اس صورت میں نہیں کیا جا سکتا جب وہ صحیح اور متفق علیہ اجتہاد پر مبنی ہو، حتیٰ کہ اگر قاضی دوم کے اجتہاد کی بنیاد پر اس کا نقض کیا جائے۔ نقض صرف قطعی دلیل سے کیا جا سکتا ہے، جبکہ قاضی دوم کا اجتہاد مختلف رائے پر مبنی ہو سکتا ہے۔

الاصل: إذا كان القضاء بناءً على اجتهاد صحيح وموفق، فإن نقضه يؤدي إلى الفساد والمنازعة المستمرة، مما يعرقل تسوية النزاعات ويؤدي إلى فساد النظام القضائي(62)

الاصل: إذا تم رد القضاء من قاضٍ آخر ثم رفع إلى قاضٍ ثالث، فإن القضاء الأول يبقى صحيحًا ويُنفذ، بينما قضاء القاضي الثاني يُعتبر باطلاً لأنه مبني على رد غير صحيح(63)

ترجمہ: اگر قضاء صحیح اور کامیاب اجتہاد پر مبنی ہو، تو اس کا نقض فساد اور مسلسل تنازعات کا باعث بنتا ہے، جو تنازعات کے حل میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور عدلیہ کے نظام کو خراب کرتا ہے۔

دیگر مترادف قاعدے:

إذا تم رفض حكم قاضٍ آخر ثم رفع إلى قاضٍ ثالث، يبقى الحكم الأول صحيحًا ويُنفذ، بينما يعتبر حكم القاضي الثاني باطلاً لكونه مبنيًا على رفض غير سليم(64) (158)

59۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 130

60۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 131

61۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 131

62۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 132

63۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج، 9، ص، 133

64۔ المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، کتاب القاضی، ج، 6، ص، 107

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عندما يُرفض القضاء من قاضٍ آخر ويرفع إلى قاضٍ ثالث، يبقى الحكم الأول ساريًا وصحيحًا، بينما يُعتبر حكم القاضي الثاني لاغيًا لكونه بناءً على رد غير مبرر(65)

تفریعات:

پہلی تفریع: یہ اس صورت میں ہے جب پہلا قاضی اہل عدل کا قاضی ہو، لیکن اگر وہ قاضی اہل بغاوت کا قاضی ہو اور اس کے فیصلے اہل عدل کے قاضی کے پاس منتقل کیے جائیں، جیسے کہ جب اہل عدل نے اہل خوارج کے قبضے والے شہر پر غالب آکر ان کے قاضی کے فیصلوں کو اہل عدل کے قاضی کے پاس بھیجا، تو ان میں سے کوئی بھی فیصلہ نافذ نہیں ہو گا، بلکہ تمام فیصلوں کو رد کیا جائے گا، چاہے وہ قضاء اور گواہی کے اہل ہوں، تاکہ وہ بغاوت سے باز آئیں۔

دوسری تفریع: اور اگر قضاء اجتہادی نوعیت کا ہو، جیسے کہ اگر قاضی نے آزاد شخص پر حجر لگانے کا فیصلہ کیا ہو یا غائب پر فیصلہ کیا ہو، تو دوسرے قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ پہلا فیصلہ رد کرے اگر اس کا اجتہاد پہلے والے اجتہاد کے خلاف ہو، کیونکہ یہاں پر تمام لوگوں کا اجماع نہیں تھا، بلکہ کچھ لوگ اسے جائز سمجھتے تھے اور کچھ نہیں، لہذا اسے رد کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بر عکس، اگر پہلا فیصلہ اجماع کے مطابق ہو، تو اسے رد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس پر تمام لوگوں کا اتفاق تھا اور اس صورت میں نقض نہیں ہو سکتا۔

تیسری تفریع: اگر مسئلہ اجتہاد کے قابل ہو اور اس پر اجماع نہ ہو، جیسے کہ بچے کے بیچنے کے مسئلے پر، تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی کا فیصلہ نافذ ہو گا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ اجتہاد کا موضوع ہے، کیونکہ صحابہ کے درمیان اس کے جواز پر اختلاف تھا۔ تاہم امام محمد کے نزدیک یہ نافذ نہیں ہو گا، کیونکہ بعد میں صحابہ اور دوسرے لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اسے فروخت کرنا جائز نہیں، لہذا یہ اجتہاد سے باہر ہو چکا ہے۔

یہ مسئلہ اس بات پر منحصر ہے کہ آیا بعد میں ہونے والا اجماع پہلے والے اختلاف کو رفع کرتا ہے یا نہیں، امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اجماع پہلے کے اختلاف کو ختم نہیں کرتا، جبکہ امام محمد کے نزدیک اجماع اسے ختم کرتا ہے۔ اس لیے اگر قاضی کا فیصلہ اجتہادی نوعیت کا ہو اور اس پر اختلاف ہو، تو دوسرے قاضی کو فیصلہ رد کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

چوتھی تفریع: لیکن اگر اجتہاد میں واضح طور پر کوئی گناہ یا برا فعل ہو، تو دوسرے قاضی کو پہلا فیصلہ رد کرنے کا اختیار دیا جا سکتا ہے، لیکن اس میں غور کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر مسئلہ اجتہاد کا ہے، تو دونوں مجتہدین کے درمیان فرق نہیں کرنا چاہیے اور دونوں کو برابر سمجھنا چاہیے۔ اس لیے دوسرے قاضی کو پہلا فیصلہ رد کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ وہ اجتہاد کے دائرے میں تھا۔"

الاصل: أن قضاء القاضي بشاهدي الزور فيما له ولاية إنشائه في الجملة يفيد الحل(66)

ترجمہ: کہ قاضی کا جھوٹی گواہی پر فیصلہ، جہاں اسے فیصلہ کرنے کا اختیار ہو، عموماً اس کے جائز ہونے کا مفہوم ہوتا ہے

دیگر مترادف قاعدے:

أن حكم القاضي بشهادة الزور في ما له صلاحية إنشائه في العموم يؤدي إلى الحل(67)

الاصل: وقضاؤه بهما فيما ليس له ولاية إنشائه أصلاً لا يفيد الحل بالإجماع(68)

ترجمہ: اور جہاں قاضی کو کسی معاملے میں فیصلہ کرنے کا اختیار نہ ہو، جھوٹی گواہی پر اس کا فیصلہ اجماع کے مطابق جائز نہیں ہوتا

65۔ المغنی، ج.2، ص.113

66۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج.9، ص.134

67۔ المغنی، ج.2، ص.115

68۔ بدائع الصنائع، کتاب آداب القاضی، ج.9، ص.134

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دیگر مترادف قاعدے:

وحكمه بهما في ما لا يملك حق إنشائه من الأساس لا يترتب عليه الحل بالإجماع(69)

وقضاؤه بهما في المسائل التي لا يملك فيها صلاحية الإنشاء أصلاً لا يؤدي إلى الحل بالإجماع(70)

تفریعات:

پہلی تفریع: اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاضی نے جھوٹی گواہی پر فیصلہ کیا اور یہ ثابت ہوا کہ گواہ جھوٹے تھے، تو اس کا فیصلہ دو صورتوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی نے کسی معاہدے کی توثیق یا فسخ کیا ہو، یا دوسری صورت میں وہ کسی ملکیت کے بارے میں فیصلہ کر رہا ہو۔ اگر قاضی نے معاہدہ توثیق یا فسخ کیا ہو، تو اس کا فیصلہ اس کے نزدیک جائز ہوگا، لیکن ان کے نزدیک اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت یہ ہے کہ آیا جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ معاہدوں یا فسخ میں ظاہری اور باطنی طور پر نافذ ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ دوسری صورت میں، اگر قاضی نے کسی ملکیت کے بارے میں فیصلہ کیا ہو تو اس کا فیصلہ باطل ہوگا اور یہ اجماع سے متفق ہے۔

دوسری تفریع: اس جملے کی وضاحت مختلف مسائل میں کی جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی عورت پر الزام لگائے کہ وہ اس سے نکاح کر چکی ہے اور عورت انکار کرے، تو اگر وہ جھوٹی گواہی کے ذریعے نکاح ثابت کرنے کی کوشش کرے اور قاضی نے ان جھوٹی گواہیوں کی بنیاد پر فیصلہ دیا، تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا حل یہ ہوگا کہ مرد کے لیے اس عورت کا بستر حلال ہو جائے گا، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہوگا۔

تیسری تفریع: اسی طرح، اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور وہ انکار کرتا ہو اور قاضی نے ان گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کیا کہ ان کا طلاق ہو چکا ہے، پھر ان میں سے ایک گواہ نے عورت سے شادی کر لی، تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے لیے عورت کا بستر حلال ہوگا، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہوگا۔

چوتھی تفریع: اسی طرح، بیع، آزادی (عتق) اور ہبہ کے بارے میں ابو حنیفہ کی مختلف روایات ہیں اور سب نے متفقہ طور پر یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے اور وہ انکار کرے اور کہے کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہے یا کسی دوسرے شوہر کی عدت میں ہے اور دو گواہوں نے اس کی گواہی دی اور قاضی نے ان کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ دیا، تو اگر عورت یہ جانتی ہو کہ وہ سچ کہہ رہی ہے، تو اس کے لیے وہ جائز نہیں ہوگا۔

پانچویں تفریع: اس کے علاوہ، سب نے متفقہ طور پر یہ بھی کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ اس کی لونڈی ہے اور وہ انکار کرے، پھر اس نے دو گواہوں سے گواہی لی اور قاضی نے اس کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ دیا، تو وہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، اس کے لیے اس عورت سے تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی گواہوں میں سے کسی ایک کو اس عورت کو خریدنے کا حق ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:"

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم " سمع جلبة خصم بباب حجرته فخرج إليهم، فقال: إنما انا بشر وإنه ياتيني الخصم، فلعل بعضهم ان يكون ابلغ من بعض، فاحسب انه صادق فاقضي له، فمن قضيت له بحق مسلم، فإنما هي قطعة من النار فليحملها او يذرها71"

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے والوں کا شور و غوغا سنا، آپ باہر نکل کر ان کی طرف گئے اور فرمایا: "میں ایک انسان ہوں اور میرے پاس جھگڑا کرنے والے آتے ہیں، ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی

69۔ شروط الشهادة فی الفقه الاسلامی والقانون الیمنی، ج2، ص88

70۔ المحیط البرہانی فی الفقه النعمانی، کتاب القاضی، ج6، ص111

71۔ مسلم بن حجاج النیسابوری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1374ھ۔ حدیث نمبر 4475۔

دوسرے سے زیادہ زبان آور ہو، میں سمجھوں کہ وہ سچا ہے اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ میں جس شخص کے حق میں کسی) دوسرے (مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے، وہ چاہے تو اسے اٹھا لے یا چاہے تو چھوڑ دے"۔

آخر میں شریعتِ مطہرہ –علیہ الصلاۃ والسلام– نے فرمایا کہ اگر قاضی کسی ایسے دعوے کا فیصلہ کرتا ہے جو دعویٰ کرنے والے کا نہیں ہے، تو یہ فیصلہ اسے آگ کے ٹکڑے کی صورت میں ملے گا۔ اور اگر اس کا فیصلہ باطنی طور پر غلط ہو تو وہ فیصلہ حقیقت میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کی طرح نہیں ہو گا۔ کیونکہ فیصلہ صرف حجت کی بنیاد پر نافذ ہوتا ہے اور صحیح گواہی حجت ہے، جبکہ یہاں گواہی جھوٹی ہے اور یہ یقینی طور پر جھوٹی ہے، اس لیے اس کا فیصلہ حقیقت میں نافذ نہیں ہو گا اور اسی وجہ سے ملکیت کے بارے میں فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوتا۔

چھٹی تفریع: اسی طرح اگر عورت عدت، ارتداد، رضاعت، قرابت یا مصاہرت کی بنا پر محرم ہو، تو بھی یہی حکم ہو گا۔

ابو حنیفہ –رضی اللہ عنہ– کے نزدیک، اگر قاضی کوئی ایسا فیصلہ کرے جو انشاء کی صورت اختیار کر سکتا ہو، تو وہ فیصلہ حقیقتاً اور ظاہراً انشاء شمار ہوتا ہے، جیسے کہ اگر وہ صاف طور پر انشاء کرتا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اس وقت تک حق کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کا فیصلہ انشاء کی صورت میں نہ ہو، کیونکہ گواہی کبھی سچ ہو سکتی ہے اور کبھی جھوٹی، اس لیے فیصلہ انشاء کے طور پر کیا جاتا ہے۔ عقد اور فسخ ایسے معاملات ہیں جن میں قاضی کو انشاء کا اختیار ہوتا ہے، جبکہ ملکیت کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ ملکیت خود انشاء کے قابل نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے اگر قاضی یا کوئی اور صاف طور پر انشاء کرے تو وہ صحیح نہیں ہوتا۔ اور اگر عورت کسی وجہ سے محرم ہو، تو اس میں قاضی کو انشاء کا اختیار نہیں ہوتا، جیسے کہ اگر وہ صاف طور پر انشاء کرے تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا۔

جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے دو بھائیوں کے درمیان وراثت کے بارے میں فیصلہ کیا تھا جو آپ کے پاس آئے اور ان کے پاس کوئی گواہی نہیں تھی سوائے ان کی دعووں کے۔ ابو داؤد نے یہ روایت ام سلمہ –رضی اللہ عنہا– سے نقل کی ہے اور وراثت اور عام ملکیت میں دعویٰ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اور ہم یہی کہتے ہیں، حالانکہ اس میں کسی وجہ کا ذکر نہیں ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ جو فیصلہ کسی وجہ سے کیا گیا ہو، وہ اس کے اپنے مال سے متعلق صحیح فیصلہ ہے۔ ہم نے حدیث کی روشنی میں کہا کہ ملکیت کی بنا پر فیصلہ کرنا ہمارے نزدیک درست ہے۔

خلاصہ بحث

اسلامی نظامِ قضاء وحی الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ کی بنیاد پر قائم ایک اخلاقی و شرعی ادارہ ہے جو عدل، انصاف اور انسانی کرامت کی حفاظت کرتا ہے۔ "آداب القضاء" سے "بیان ما یحلّه القضاء و ما لا یحلّه" تک کے مباحث قاضی کے اوصاف، عدالتی آداب، شہادت کے اصول اور فیصلہ کی شرائط کو متعین کرتے ہیں۔ یہ تحقیق مصادر کی تخریج (قرآن، حدیث، آثارِ صحابہ) اور تحقیق کے ذریعے ان اصولوں کی صداقت ثابت کرتی ہے، نیز فقہی مدارس (حنفی، مالکی وغیرہ) میں ان کی تطبیق کا جائزہ لیتی ہے۔ نتائج سے واضح ہوتا ہے کہ قضاء محض قانونی عمل نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے جو معاشرتی توازن قائم رکھتا ہے۔ معاصر عدالتی نظاموں کے لیے یہ اصول اخلاقی سالمیت کا ماڈل پیش کرتے ہیں۔ تحقیق کا مقصد اسلامی عدل کے خالص تصور کو اجاگر کرنا ہے تاکہ پاکستانی عدلیہ میں شرعی اصولوں کا نفاذ ممکن ہو۔